باب۔٦

تمہید

فص اسحاقیہ

فقیر مترجم اس فص کی شرح و ترجمہ کرنے سے پہلے چند مسائل کی تحقیق کر دینا چاہتا ہے۔ کیوں کہ اس فص کے سمجھنے میں شراح (شرح لکھنے والوں) کو بہت سی غلطیاں لگی ہیں۔

مسئلہ: عالم شہادت کا مرتبہ، عالم خیال و مثال سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ ایک شخص نے مکاشفے یا خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ دوسرے نے عالم شہادت میں حضورؐ کو دیکھا۔ کیا دونوں برابر ہیں؟۔۔۔ ہر گز نہیں۔ عالم شہادت میں جو شخص دیکھے وہ صحابیِ رسول ہے۔ جو خواب یا کشف میں دیکھے وہ صحابی ہر گز نہیں ہو سکتا۔ وہ صالحین سے ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ، وہ اولیا سے سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی نے خواب یا کشف میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپؐ نے اس کو کچھ فرمایا۔۔۔ یہ فرمودہ، عالم شہادت کے فرمودے کے برابر نہ ہوگا، اور نہ دوسروں پر حجت ہوگا۔ بخلاف، عالم شہادت کے اگر کوئی کہے کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے، تو یہ حدیثِ نبویؐ ہے، (اور اللہ کے حکم) وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا، [(یعنی) جو کچھ تمھیں رسولؐ دیں اسے لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں، رک جاؤ، (الحشر:۷)] سے واجب الاطاعت ہے۔

مسئلہ: اگر قرآن شریف و حدیث نبوی میں اختلاف معلوم ہو رہا ہے تو حدیث کی تاویل (و تحقیق) کرنی چاہیے۔ اگر حدیثِ متواتر یا مشہور کے مقابل کوئی حدیثِ احاد واقع ہو تو حدیثِ احاد کی تاویل ضروری ہے۔ اگر عالم شہادت کی حدیث اور رویا (یعنی خواب) یا کشف میں حضورؐ کے کسی قول میں اختلاف ہو تو قولِ منامی {یعنی خوابی و کشفی بات} کی تاویل کرنی چاہیے۔

مسئلہ: جو روایت بالفظ ہو اس کو بالمعنیٰ پر ترجیح ہے اور راوی پر اس کے الفاظ کی ذمہ داری (بھی ہے)۔ جو تقریر، چند بتائے ہوئے اصول (اور) موضوعات پر کی جائے تو وہ صاحب اصول کی تقریر نہ ہوگی (بلکہ) مقرر کی ہوگی۔ اُس پر تقریر کے الفاظ کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

Siddiqui Publications

مسئلہ: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔

ا۔ رویائے صادقہ: جس طرح خواب دیکھے اسی طرح واقع ہو۔

۲۔ تعبیر طلب خواب: یہ ایک تشبیہ ہے جو مسلسل خیال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس خواب کا سمجھنا معبر (یعنی تعبیر بتانے والے) کا کام ہے۔ جس طرح مجازی معنیٰ لینے کے لیے قرائن کی ضرورت ہے، معبر کو بھی تعبیر کے وقت قرائن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ اضغاث احلام: من گھڑت خواب۔ وہ وساوس و تخیلات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ نہ اس کا کوئی واقعہ ہوتا ہے اور نہ وہ تعبیر طلب خواب ہوتا ہے۔ لغو محض (فضول و بے معنیٰ) ہوتا ہے۔

بعض دفعہ واقعہ تھوڑا ہوتا ہے اور نفس اس پر ایک طومار (یا ایک مسئلہ سا) کھڑا کر دیتا ہے۔ اس میں سے سچ کو جھوٹ سے جدا کرنا معبر کا کام ہے۔

جو حال خواب کا ہے وہی حال کشف کا بھی ہے۔ کشف بھی (خواب کی طرح) تینوں {بلکہ چاروں} قسم کے ہوتے ہیں۔

مسئلہ: قرآن شریف، حدیث شریف، خواب، اور کشف سب کو حقیقت ہی پر محمول کرنا چاہیے۔ جب تک حقیقی معنیٰ محال یا متعذر (یعنی مشکل) نہ ہو جائیں، مجاز کا استعمال عقلی بات ہے۔ الفاظ سے حقیقی معنیٰ لیے جاتے ہیں۔ صرف احتمالات پر حقیقی معنیٰ ترک نہیں کیے جاسکتے۔ اگر ایک معنیٰ میں احتیاط ہے تو اسی کو اختیار کرنا چاہیے۔ جس معنیٰ میں اطاعتِ حق زیادہ ہو وہی معنیٰ لینا عین احتیاط ہے۔

مسئلہ: پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔ پیغمبر کا نفس ساکن رہتا ہے۔ اپنی طرف سے مداخلت، کچھ کمی یا زیادت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس کا کشف بھی وحی ہے، اور اس کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ وحی، حقیقی الفاظ میں بھی ہوتی ہے اور استعارے (اور) مجاز کے طور پر بھی۔

مسئلہ: حضرت سہلؒ ابن عبد اللہ تستری اور عمرؒ بن ابراہیم خیام نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ سے سلسلۂ تکوین و خلق (یعنی تخلیق سے عالم وجود میں لانے تک کے سلسلے) میں جس قدر بُعد (اور فاصلہ) ہوگا اتنی ہی شرّیت بڑھے گی۔ مثلاً پہلے ذرّات یا ہباے منثور (یعنی منتشر گرد و غبار) ہیں، پھر جمادات، پھر نباتات، پھر حیوانات اور پھر انسان۔ یہ دائرۂ وجود کا " قوسِ نزولی "(یعنی اُتار) ہے۔۔۔ پھر انسان ترقی کرتا ہے۔ حتّٰی کہ حضرتِ حق جلّ وعلا سے واصل ہو جاتا ہے۔ یہ " قوسِ صُعودی "(یعنی چڑھائی) ہے۔

انسان کا ابتدائی نقطہ جس میں وہ بندۂ عقل رہتا ہے، سب سے کم تر ہے۔ حیوانات اس سے بہتر ہیں۔ ان سے بہتر نباتات، ان سے بہتر جمادات ہیں اور اقرب الی اللہ ہیں۔ پھر جب انسان، سالک راہِ خدا ہوتا ہے

اور ترقی کرنا شروع کرتا ہے تو وہ حیوان صفت بنتا ہے۔ یعنی احکام الٰہی کے مقابل اپنی رائے کو دخل نہیں دیتا۔ صرف جزئی طور پر اس کی عقل کام کرتی ہے۔ پھر جزئی طور پر بھی عقل کام نہیں کرتی بلکہ سالک، تحتِ الہام ہوتا ہے اور وہ سالک نبات صفت کہلاتا ہے۔ پھر تمام قوائے طبعی (یعنی) علم، سماعت، بصارت، قوتِ ارادہ سب کچھ کھو دیتا ہے تو اس وقت وہ سالک جماد صفت ہو جاتا ہے۔ اس کے (اس) کمال پر فنا ہے۔

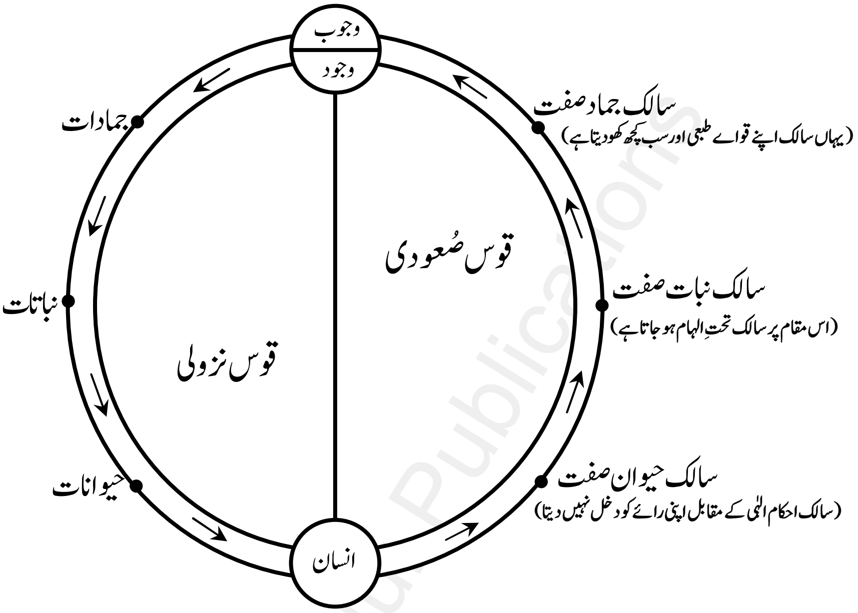

(خاکہ: انسان کا راہِ نزول اور راہِ سلوک)

مسئلہ: حضرت ذبیح اللہ، کیا حضرت اسماعیلؑ تھے یا حضرت اسحاقؑ؟۔۔۔ عیسائیوں اور یہودیوں کا ادّعا ہے کہ حضرت اسحاقؑ تھے۔ محققینِ تاریخ کا دعویٰ ہے کہ حضرت اسماعیلؑ، ذبیح اللہ ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انا ابن الذبحین، یعنی حضرت اسماعیلؑ اور حضورؐ کے والد عبد اللہ۔ یہ ظاہر ہے کہ رسول اکرمؐ، حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں، نہ کہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد سے۔ حضرت اسماعیلؑ کا خاندان حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے اب تک بنی اسماعیل میں جاری ہے۔ بی بی ہاجرہ {حضرت ابراہیمؑ کی بیوی اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ} کا بچے کے لیے پانی ڈھونڈنے کے لیے بے قرار ہو کر صفا اور مروہ پر چڑھنا، حضرت اسماعیلؑ کے پیر مارنے سے زمزم کا کنواں نکلنا، حضرت ابراہیمؑ کا حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کے لیے لے کر نکلنا، راستے میں شیطان کے بہکانے اور ذبح سے روکنے کی کوشش کرنا، ان حضرات کا اس کو کنکر مارنا،

اس کی نقل "رمی جمرات "کا ہونا، آخر میں ذبح کا فدیہ سے متبدل ہونا، یہ ایسے واضح امور ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ شیخ(ابن عربیؒ)نے بر بنائے شہرت ملکِ اندلس لکھ دیا ہے کہ اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں۔(دراصل)اس فص میں شیخ کا مقصود خواب کا تعبیر طلب ہونا ہے۔۔۔نہ کہ اس امر کی تحقیق (کرنا) کہ اسماعیلؑ اور اسحاقؑ میں سے کون ذبیح اللہ ہیں۔

مسئلہ: فدیہَ اسماعیلؑ میں مینڈھا دیا گیا اور اونٹ نہیں دیا گیا۔ مینڈھے کے فدیے کو ذبح عظیم فرمایا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سہولت سے ذبح کے لیے تیار ہو جانا، مینڈھے میں ہے نہ کہ اونٹ میں۔ اونٹ میں، تَلَّهُ لِلْجَبِينِ [(یعنی)(باپ نے بیٹے کو) پیشانی کے بل لٹا دیا،(الصافات:۱۰۳)] کہاں ہے۔۔!

مسئلہ: خواب کی صورت اور واقعے میں مناسبت ہوتی ہے۔ یہاں حضرت اسماعیلؑ اور مینڈھے میں جان دینے کے لیے تیار ہو جانا، نیز حضرت اسماعیلؑ کا امتثال امر حق (یا حکم الٰہی) میں اپنی عقل عقال سے دست بردار ہونا، اور وحی کو عقل پر ترجیح دینا(دراصل اُن کا راہ سلوک میں سفر کرنا ہے)۔ جیسا کہ ہم نے قوس صُعودی میں سالک حیوان صفت کو دکھایا کہ وہ انسان، بندۂ عقل سے اعلیٰ و افضل ہے۔

مسئلہ: رسول خدا ﷺ کی صورتِ مقدسہ میں شیطان نہیں آسکتا اور نہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں "محمد رسول للہ" ہوں۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ، ہادی بن کر مرسل ہوئے تھے۔ اگر مرسل (یا رسول) کی صورت میں شیطان متمثل ہو تو امن مرتفع (یعنی سکون اپنی جگہ سے دور) ہو جائے گا اور مقصودِ رسالت مفقود ہو جائے گا۔ خواب میں، شیطان آپؐ کی صورت میں تمثل نہ کر سکنے کے لیے آیا ہے، کیوں کہ حضورؐ نے فرمایا فانّ الشیطان لا یتمثل بی،[یعنی شیطان کبھی میرا روپ نہیں دھار سکتا(صحیح مسلم، سنن الترمذي، سنن ابن ماجہ، مسند احمد)]۔ بعض لوگ حضورؐ کی شکلِ خاص سے عدم تمثل کو خاص کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیطان، "(میں) محمد رسول للہ ہوں" کہہ نہیں سکتا۔ نہ شکلِ مقدس میں، نہ کوئی اور صورت لے کر۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو حضرات فنا فی الرسول ہو گئے ہیں ان کی صورت میں بھی شیطان تمثل نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ (یا مرشد) کی صورت میں بھی شیطان تمثل نہیں کر سکتا، بہ شرط یہ کہ اس میں شانِ ہادی ہو۔

مسئلہ: خیال دو قسم کا ہوتا ہے۔ ا۔ خیالِ متصل یا خیالِ مطلق: ہمارا اختیاری خیال۔ من گھڑت تصورات۔ بے منشا(و) بے اصل اختراعی خیالات۔ ان خیالات کو ہٹانا چاہیں تو ہٹ جاتے ہیں۔

۲۔ خیالِ منفصل یا خیالِ مقید: عالم کا بامنشا، حقیقی اور صحیح خیال۔ اسی کو عالم مثال یا برزخ اوّل کہتے ہیں جو کسی کے ہٹائے نہیں ہٹتے۔ عالم مثال میں عالم ارواح اور اس کے اوپر کے مراتب سے بھی صورتیں آتی ہیں، اور عالم شہادت اور اس کے نیچے کے مراتب سے بھی صورتیں آتی ہیں۔ اکثر جو حکم آتا ہے دفعتاً آتا ہے۔ نفس اس کو بڑھاتا اور انلارج کرتا ہے۔ انلارج (enlarge) کرنے میں حضرتِ نفس کو بڑا دخل ہے۔ بعض دفعہ دخل در معقولات کر کے شیطان اور نفس (دونوں) تمام کام تباہ کر دیتے ہیں۔

بعض دفعہ خیال یا مثال، قوی ہو کر عالم شہادت میں محسوس ہوتا ہے اور بعض دفعہ دوسروں کو بھی نظر آتا ہے۔ جمع ہمت، قوتِ ارادی کو کام میں لگانا، دفع خطرات کرنا، ایک نقطے پر خیال کا جمائے رکھنا، طہارتِ ظاہری و باطنی، ارواح کی طرف توجہ کرنا، مناسب اسمائے الٰہیہ کی مدد، کثرتِ اوراد ،لوزام جسم شہادی یعنی اکل و شرب وخواب کا ترک کرنا، روشنی سے بچنا، طروقِ حواس (یا محسوس کرنے والے راستوں) کا بند کر دینا، شور وغل سے بچنا، استاد یا شیخ کا توجہ کرنا اور اپنی قوتِ ارادی سے طالب کو قوت دینا، (یہ سب) عالم مثال کے کھلنے میں مدد دیتے ہیں۔ جن لوگوں کی قوتِ تخیل قوی ہوتی ہے ان پر عالم مثال خوب کھلتا ہے، اور جن کی قوتِ تعقل اچھی ہوتی ہے ان پر معارف (حقیقتِ خداوندی یا علوم الٰہیہ) خوب نازل ہوتے ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ایک سائبان دیکھا۔ اس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ لوگ اس کو ہتھیلیوں میں لیتے ہیں۔ بعض کو زیادہ ملا ہے اور بعض کو کم۔ ایک رسی زمین تک لٹک رہی ہے۔ یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے وہ رسی پکڑ لی اور اوپر چڑھ گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے وہ رسی پکڑ لی اور اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے وہ رسی پکڑ لی اور اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے رسی پکڑی وہ رسی ٹوٹ گئی۔ پھر اس کے لیے جوڑ دی گئی۔ پھر وہ بھی چڑھ گیا۔۔۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میرے ماں باپ آپ پر سے تصدق مجھے تعبیر دینے دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا "تعبیر دو"۔ ابو بکر صدیقؓ نے کہا، وہ سائبان، سائبانِ اسلام ہے۔ گھی اور شہد جو ٹپک رہا ہے وہ قرآن اور اس کی لطافت و شیرینی ہے۔ گھی، شہد کو کم یا زیادہ لینے والے قرآن کو کم یا زیادہ لینے والے (ہیں)، اور رسی جو آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے وہ دینِ حق (اسلام) ہے۔ جس پر (حضورؐ) آپ ہیں، آپؐ اس کو پکڑ لیں گے اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو بلند کر دے گا۔ آپؐ کے بعد اس کو ایک شخص لے گا اور اوپر کو چڑھ جائے گا۔ پھر ایک اور شخص لے گا اور اوپر کو چڑھ جائے گا۔ پھر ایک شخص لے گا اور اور رسی ٹوٹ جائے گی۔ پھر جوڑی جائے گی اور وہ اوپر کو چڑھ جائے گا۔

یارسول اللہ! آپ فرمائیے کہ میں نے تعبیر درست دی یا میں نے غلطی کی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا" کچھ صحیح ہے کچھ خطا ہے"۔۔۔ ابو بکرؓ نے کہا آپ کو قسم ہے، آپ پر میرے ماں باپ تصدق، یارسول اللہ! آپ مجھ سے فرمائیے کہ میں نے کس میں غلطی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" یہ قسم نہ دو"۔

مسئلہ: اب میں تجلی و دیدار الٰہی کے متعلق بھی کچھ عرض کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اس لیے کہ اس فص میں شیخؒ نے اس کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں ہے، وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ،(یعنی) بعض چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے،(القیٰمۃ:۲۲،۲۳)۔ اور (یہ) کافروں کے لیے ہے۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (یعنی) بے شک وہ اپنے رب سے اس دن محجوب (اور شرمندہ و پشیمان) ہونگے،(المطففین:۱۵)۔ (چناں چہ) یہ لوگ جس طرح سمجھتے ہیں اس طرح ہرگز نہ ہوگا۔ (یعنی) ان کو (اللہ تعالیٰ) کا دیدار نہ ہوگا۔ (یاد رہے کہ) متعدد احادیثِ شریفہ میں دیدارِ الٰہی کا ذکر ہے جو ناقابل انکار ہے۔

تجلی الٰہی کس کس طرح پر ہوتی ہے؟۔۔۔ (۱) تجلیِ افعالی۔ (۲) تجلیِ صفاتی۔ (۳) تجلیِ ذاتی۔ علیٰ ہٰذالقیاس (یا اسی طرح سے) فنائے افعال، فنائے صفات، (اور) فنائے ذات۔۔۔ فنائے افعال اور تجلیِ افعالی اس طرح کہ مخلوقات کے افعال، نظر سالک سے ساقط ہو جائیں، اور افعالِ خداوندی کو بالذات واصل سمجھنے لگے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّـهِ،(یعنی) تم کہو سب خدا کے پاس سے ہے،(النسآء:۷۸)۔ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّـهُ (یعنی) اور جب تک خدا نہ چاہے، تم کچھ نہیں چاہ سکتے،(التکویر:۲۹)۔۔۔ فنائے صفات اور تجلیِ صفاتی (اس طرح کہ) بندوں کے صفات سالک کی نظر سے ساقط ہو جائیں، اور خدائے تعالیٰ کے صفات جلوہ گر ہوں۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ، (یعنی) وہی سنتا ہے، وہی دیکھتا ہے،(الاسراء:۱ اور المومن:۵۶)۔ الْحَمْدُ لِلَّـهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، (یعنی) اللہ رب العالمین ہی کی حمد ہے،(الفاتحہ:۱)۔ وہی بالذات حامد ہے، وہی درحقیقت محمود ہے۔ جب ممکنات کا وجود ہی بالذات نہیں تو اور کیا صفت ہو سکتی ہے۔۔۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ، (یعنی) حول و قوت سب خدا کی طرف سے ہے۔ بندے کے دونوں ہاتھ خالی ہیں۔ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ، اور اس (خدا) کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، (المآئدہ:۶۴)۔۔۔ (اور) فنائے ذات اور تجلیِ ذاتی (اس طرح کہ) بندے کی ذات بالعرض، وجود بالعرض (ہے)۔ (جب کہ) خدا کی ذات بالذات، وجود بالذات (ہے)۔ بندہ دراصل معدوم ہے۔ حق فی الحقیقت موجود ہے۔۔ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ [(یعنی) وہ اول ہے، اور وہ آخر ہے، اور وہ ظاہر ہے

Siddiqui Publications

اور وہ پوشیدہ ہے،(الحدید:۳)]إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ [(یعنی)وہ ہر چیز پر محیط ہے،(فصلت:۵۴)]۔۔۔جب تجلیِ ذاتی ہوتی ہے تو ایک قسم کی غشی یا موت آتی ہے۔موت میں دنیا سے غفلت ہوتی ہے اور برزخ کے لائق جسم کے ساتھ خود کو پاتا ہے۔مگر فنائے ذات کے وقت ماسواء اللہ (کے کوئی) علم ہی نہیں رہتا۔نہ زید و عمرو کا، نہ خود کا، نہ اس کا ہی علم رہتا ہے کہ وہ خدا کی یاد کرتا ہے۔

توحید بعرف صوفی صاحبِ سیر　　تخلیص دل از توجہ اوست بغیر

رمزے زنہایات مقالات طیور　　گفتم بتو، گر فہم کنی منطق طیر　(جامیؔ)

(صوفی جو صاحبِ سیر ہے اس کے لیے توحید کا مطلب دل کو غیر کی توجہ سے پاک کر کے صرف اُس کی طرف متوجہ ہونا ہے
عرفا کی اعلیٰ باتوں سے یہ ایک ایسا رمز ہے جو تمھیں بتاتا ہوں، اگر تُو ان باتوں کی فہم رکھتا ہے)

نیز تجلی دو قسم کی ہوتی ہے۔

۱۔ تجلیِ ذاتی۔جس میں ماسواء اللہ (کے سب کچھ) فنا ہو جاتا ہے۔

۲۔ تجلیِ مثالی۔جس میں اسم الٰہی مناسب صورت کے توسط سے جلوہ گر ہوتا ہے۔جیسے علم، {کہ غیر مرئی معنیٰ ہے} دودھ کے توسط سے حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں نظر آیا۔۔۔کسی بے صورت کا خواب یا کشف میں بتوسط صورت کے نظر آنے سے اس کی بے صورتی پر کوئی اثر نہیں آتا۔مصور (تو)، محبت، غصہ، عقلمندی (اور) احمقی سب کی تصویر کھینچتا ہے۔مگر یہ معانی (یعنی مصور کے یہ خیال) ہمیشہ بے صورت ہی رہیں گے۔

هُوَ

اللّٰهُ

الْخَالِقُ

الْبَارِئُ

الْمُصَوِّرُ

لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ

Siddiqui Publications